مہوش افتخار

NOVELS JAHAN.COM

حسن آرا اور دلکشا

"سبین۔۔۔ علیزہ۔۔۔ جلدی اٹھو۔ ٹرین پلیٹ فارم پر آگئی ہے۔" لیڈیز ویٹنگ روم کا گہرا براؤن جالی دار دروازہ کھول کر ملیحہ اور نمہا تیزی سے آگے پیچھے داخل ہوتے ہوئے قدرے اونچی آواز سے بولیں تو سبین ان دونوں کو گھور کر رہ گئی۔

"آہستہ بولو بدتمیزو ۔ یہ تمہارا گھر نہیں ہے' جہاں تم گلے پھاڑ پھاڑ کر چلاتی پھر رہی ہو۔"

"زیادہ "نصیحت جہاں" بننے کی ضرورت نہیں۔" تیزی سے اسے ٹوکتے ہوئے نمہا دھم سے اس کے پاس آبیٹھی تو سبین ایک بار پھر اسے ٹوک بیٹھی۔

"آرام سے یار! آرام سے۔۔۔"

"آرام سے ہی بیٹھی ہوں ڈیئر! الگ بات ہے کہ تم آج کل کچھ زیادہ ہی تمیزدار خاتون بنتی جا رہی ہو۔ ہائے وا وے! تم آج کل کس مصنفہ کو پڑھ رہی ہو؟" شرارت سے پاس کھڑی ملیحہ کو ٹھوکا دیتے ہوئے اس نے دریافت کیا تو وہ دونوں کے لبوں پر مچلتی شریر مسکراہٹ کو نظرانداز کرتے ہوئے نہایت سنجیدگی سے بولی۔

"زیڈ وائے خاتون۔۔۔"

"اوہ۔۔۔! جب ہی میں کہوں' یہ آج کل محترمہ پر مشرقی دوشیزہ بننے کا خبط کیوں سوار ہوا ہے۔ گفتگو آہستگی سے اور ٹھہر ٹھہر کر کی جا رہی ہے۔ قہقہے کی جگہ دھیمی مسکراہٹ نے لے لی ہے۔ چال بھی متوازن ہوگی ہے اور تو اور درزی سے سارے کپڑوں کے چوڑی دار پاجامے اور کرتے بنوالائی ہیں یہ حسن آرا بیگم۔"

"او" کو کھینچ کر ادا کرتے ہوئے نمہا نے سبین کی گزشتہ "مشکوک" حرکتوں کا ماہرانہ تجزیہ کیا تو ملیحہ ایک نظر سامنے لگی گھڑی پر ڈالتے ہوئے تیزی سے پاس پڑا سامان اٹھانے لگی۔

"یار! اس مشرقی حسینہ پر تفصیلی تبصرہ تم پھر کبھی کرلینا' فی الحال تو یہ سامان اٹھاؤ اور باہر نکلنے کی کرو۔ ایسا نہ ہو کہ ہم چاروں یہاں کھڑی کی کھڑی رہ جائیں اور ٹرین چل پڑے۔"

"ہم تینوں کا تو پتا نہیں' لیکن اگر آنسہ علیزہ خاتون کے مراقبے کا یہی عالم رہا تو وہ ضرور یہیں دھری کی دھری رہ جائیں گی۔" اداس بلبل جیسی شکل بنائے بغیر مرئی نقطے پر نظر جمائے گہری سوچوں میں گم بیٹھی علیزہ کی جانب نمہا نے مسکراتے ہوئے اشارہ کیا تو وہ دونوں بے اختیار ایک گہری سانس لے کر رہ گئیں' جب کہ نمہا اگلے ہی پل انہیں آنکھ مارتے ہوئے دبے قدموں سے اس کے پیچھے جا کھڑی ہوئی۔

"ہاؤ!" علیزہ کی جانب جھکتے ہوئے اس نے قدرے زور سے چیختے ہوئے اپنے ہی دھیان میں گم بیٹھی علیزہ کو ڈرا دیا۔

"یو ایڈیٹ! کچھ تمیز ہے کہ نہیں۔" اپنے پیچھے ہنسی سے بے حال ہوتی نمہا پر وہ بے اختیار چلائی تو سبین تیزی سے آگے بڑھی۔

"یار! کچھ تو خدا کا خوف کرو' تم لوگوں نے تو پنجابی فلموں کی ہیروئنوں کو مات دے دی ہے۔ یہ تو شکر ہے

کہ ویٹنگ روم خالی ہے' ورنہ تم لوگوں نے تو سب کے سامنے اپنی جہالت کے اعلا نمونے پیش کرنے شروع کر دیے تھے۔"

"لگتا ہے تم تینوں نے اسی ویٹنگ روم میں مرنا ہے۔ میں تو جا رہی ہوں' آنا ہے تو آؤ ورنہ بھاڑ میں جاؤ۔" ان سب پر لعنت بھیجتے ہوئے ملیحہ سامان اٹھا کر بالآخر کمرے سے نکل گئی تو نیہا اس کی تائید میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔

"ہاں یار! فٹافٹ چلو۔ اگر ٹرین چل پڑی نا تو ہم تینوں کو اندر گھسیٹنے کے لیے دروازے میں کوئی ہیرو بھی نہیں آئے گا۔"

"نہیں یار! نیہا تمہارے اور میرے لیے بے شک کوئی ہیرو آئے نہ آئے' لیکن ہماری علیزہ کے لیے تو جلد ہی اس کا ہیرو آنے والا ہے۔ کیوں علیزہ! صحیح کہا نا؟" جھک کر سامان اٹھاتی علیزہ کو بیین نے شرارت سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"شٹ اپ!" انہیں کھا جانے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے وہ پاؤں پٹختی ہوئی دھاڑ سے دروازہ کھول کر

NOVELSJAHAN.COM

CamScanner

باہر نکل گئی تو وہ دونوں بھی اس کی حالت زار پر ہنستی ہوئیں اس کے پیچھے ویٹنگ روم سے باہر چلی آئیں۔

☆ ☆ ☆

"اف اللہ! میرا پاؤں۔۔۔" تن فن کرتی علیزہ جونہی اپنی سیٹ کی طرف آئی' ملیحہ سامان سیٹ کرتے قلی اور آتے جاتے لوگوں کی پروا کیے بغیر بے اختیار چیخ اٹھی۔

"اوہ! آئی ایم ساری۔" اپنی چپل کے نیچے ملیحہ کا نازک سا پاؤں دیکھتے ہوئے وہ تیزی سے پیچھے ہٹی تو ملیحہ بی بی بھنا اٹھیں۔

"سوری کی بچی! پہلے تو ہلنے کا نام نہیں لے رہی تھیں اور اب ہو کہ اندھی گائے کی طرح دوڑی چلی آرہی ہو۔ میں تم لوگوں سے۔۔۔"

"بی بی جی! میرے پیسے۔۔۔" ملیحہ کی بات کاٹتے ہوئے قریب کھڑے قلی نے اپنا راگ الاپا۔

"ایک منٹ بابا جی! ہاں تو میں کہہ رہی تھی کہ میں تم لوگوں سے اس وقت جلدی کرنے کو۔۔۔"

"بی بی جی! آپ لوگ بعد میں لڑ لینا' ہمیں تو فارغ کرو۔ روزی کا "ٹیم" خراب ہو رہا ہے۔" قلی نے ملیحہ کو دوبارہ اسٹارٹ لیتا دیکھ کر اب کے نہایت بدلحاظی سے اس کی بات کاٹ ڈالی تو وہ اک قہر آلود نظر سامنے کھڑے قلی پر ڈال کر اپنا پرس کھنگالنے لگی۔

"یہ پکڑیں بابا جی!" جلے بھنے انداز میں روپے تھماتے ہوئے وہ مزید کچھ بولے بنا کھڑکی کے پاس جا بیٹھی تو کافی دیر سے خاموش تماشائی بنی سبین اور نیہا علیزہ کے پیچھے پیچھے سیٹوں تک چلی آئیں۔

"اسی لیے کہتی ہوں کہ وقت بے وقت ہر جگہ مت شروع ہو جایا کرو تم لوگ۔ اب ہو گئی نا بے عزتی ایک قلی کے ہاتھوں۔" سبین نے دونوں کو دیکھتے ہوئے جتایا تو ملیحہ کھول کر رہ گئی۔

"محترمہ! قلی کے ہاتھوں بے عزتی بھی صرف اور صرف اس قلوپطرہ کی وجہ سے ہوئی ہے۔ جس کا موڈ اس دن سے بگڑا ہوا ہے جس دن سے اسے تائی امی نے اس کا رشتہ طے ہو جانے اور عین اس کی سالگرہ کے روز منگنی کی نوید سنائی ہے۔" مقابل بیٹھی علیزہ کو "قلوپطرہ" کے خطاب سے نوازتے ہوئے اس نے اپنی بات مکمل کی تو آنا" فانا" قلوپطرہ کی آنکھیں پانی سے بھر گئیں۔

"شیم آن یو ملیحہ! وہ بے چاری پہلے کیا کم پریشان ہے جو تم اسے مزید پریشان کر رہی ہو' یوں باتیں سنا سنا کر۔" علیزہ کے برابر بیٹھی سبین نے اسے ساتھ لگایا تو وہ رونے لگی۔

"علیزہ یار! آئی ایم سوری۔ پلیز یار! جسٹ اووائیڈ اٹس جسٹ ویٹ کہ مجھے افسوس ہو رہا ہے اور تم پر غصہ بھی آرہا ہے کہ جب ہم تینوں نے تمہیں اس بات کا یقین دلایا ہے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور گھر جا کر ہم بڑوں تک بھی تمہاری مرضی پہنچائیں گے تو تم اتنے دنوں سے کیوں کھوئی کھوئی اور پریشان سی پھر رہی ہو۔" علیزہ کے دوسری جانب بیٹھتے ہوئے ملیحہ نے محبت سے اس کا چہرہ اپنی طرف کرتے ہوئے نرمی سے اس کے آنسو صاف کر ڈالے تو وہ ایک گہرا سانس لے کر رہ گئی۔

"یار! تم لوگ گھر والوں کو کب اور کس وقت سمجھاؤ گی۔ آج اکتوبر کی تین تاریخ ہے اور ہم چاروں کل کہیں جا کر گھر پہنچیں گی۔ بیچ میں صرف دو دن رہ جائیں گے۔ اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ منگنی سے دو دن پہلے میری اس نقار خانے میں کون سنے گا۔ میں روؤں' پریشان نہ ہوں تو اور کیا کروں۔" بے بسی کے احساس نے اس کی غلافی آنکھوں میں ایک بار پھر سے آنسو بھر دیے تو وہ تینوں ایک گہرا سانس لے کر رہ گئیں۔

"ایک تو اللہ بھلا کرے اس پرنسپل کا۔ کتنی ریکویسٹ کی تھی اس سے کہ ہمیں اور نہیں تو کم از کم سیشن آف ہونے سے ایک ہفتہ پہلے ہی گھر جانے کی اجازت دے دیں مگر ناجی' اس فرعون کی جانشین نے ایک ہفتہ تو کیا' ایک دن بھی پہلے نکلنے کی اجازت نہیں دی۔" چند لمحوں کی خاموشی کے بعد دانت پیستے ہوئے نیہا نے بے اختیار اپنا سارا غصہ کالج پرنسپل پر نکالا تو علیزہ آنسوؤں کے درمیان کلس کر بولی۔

"پرنسپل کو کیوں کوستی ہو۔ کوسنا ہے تو اس کمینے کو کو سوچو نجانے کہاں سے اچانک میری پرسکون زندگی میں ہلچل مچانے آن ٹپکا ہے مگر اس ایڈیٹ کا بھی کیا قصور۔ اصل قصور تو میرے ماں باپ کا ہے، جنہوں نے مجھے اپنی گم گشتہ دوستی کی بھینٹ چڑھانے کا فیصلہ کرتے ہوئے "مروتاً" بھی مجھ سے پوچھنے کی زحمت نہیں کی۔ میری پڑھائی، میرے فیوچر پلانز، میری خواہشات کسی بھی چیز سے انہیں کوئی سروکار نہیں۔ بس پندرہ دن پہلے ہاسٹل فون گھمایا اور حکم صادر کردیا کہ ہم نے تمہاری بات پکی کردی ہے۔ سالگرہ کے روز تمہاری منگنی ہے۔ اب کوئی پوچھے ان سے کہ اگر یونہی بھیڑ بکریوں کی طرح ٹریٹ کرنا تھا تو اتنا پڑھا لکھا کر باشعور کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا ضرورت تھی اتنا لاڈ پیار کرنے اور مان دینے کی، جب آخر میں اس مان کو اپنے ہاتھوں ہی توڑنا تھا۔"

"کیسی باتیں کرتی ہو علیزہ! اللہ نہ کرے کہ تمہارا مان ٹوٹے۔ دیکھو یار! تم یہ بات اچھی طرح جانتی ہو کہ ہمارے گھر کے بزرگ، ہم سب بچوں کو کس قدر چاہتے ہیں اور بڑے ابا اور تائی امی کی تو تم میں جان ہے۔ تمہاری پسند ناپسند، تمہاری خواہشات، تمہارے خواب ہر ایک بات سے وہ بخوبی آگاہ ہیں پھر ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ انہوں نے تمہاری زندگی کا اتنا اہم اور بڑا فیصلہ آنکھیں بند کرکے کردیا ہو؟ یقیناً انہیں "تیمور یزدانی" ہر لحاظ سے تمہارے لیے بہترین لگا ہوگا، جب ہی تو انہوں نے یوں چٹ منگنی اور پٹ بیاہ کا فیصلہ کیا ہے۔"

سبین نے نہایت رسانیت اور نرمی سے اسے سمجھایا تو اس کے انداز پر علیزہ کے تیزی سے بہتے آنسو جیسے تھم سے گئے۔

"وہ سب تو ٹھیک ہے یار! مگر جو طریقہ انہوں نے اختیار کیا ہے، وہ بھی تو کچھ مناسب نہیں۔ میں نے تو ازخود اپنی زندگی کے اتنے بڑے فیصلے کا حق انہیں سونپ رکھا تھا۔ سو اگر وہ مجھ سے ایک بار محض "مروتاً" ہی میری مرضی بھی پوچھ لیتے تو کیا میرا مان نہ بڑھ جاتا؟ وہ ایک بار مجھے آزما کر دیکھتے تو سہی۔ یقین مانو کہ ان کے فیصلے کے اس انداز نے مجھے اتنا ہرٹ کیا ہے کہ اب اگر انہوں نے میرے لیے کوئی شہزادہ بھی چنا ہوگا نا تو مجھے اس ان دیکھے شہزادے کی ذات سے کوئی دلچسپی نہیں رہی جس نے آتے ہی میرے ماں باپ پہ قائم میرے مان کو توڑ ڈالا اور میری زندگی کے سکون اور چین کو تباہ کرڈالا۔"

علیزہ کی جائز شکایت پہ ان تینوں کی آنکھیں بھی یکایک نم ہو چلیں تو چند لمحوں کی خاموشی کے بعد ماحول پہ چھائی اداسی دور کرنے کو نیہا اپنا گلا کھنکھارتے ہوئے بولی۔

"ویسے یہ تیمور یزدانی ہے کتنا "میسنا" خود تو محترم نے اپنی فیملی سمیت اس معصوم کو یاسر بھائی کی شادی میں دیکھ لیا تھا، جب کہ ہم تینوں نے ابھی تک اس کی تصویر نہیں دیکھی۔ سبز قدم کہیں کا، جب سے نازل ہوا ہے بے چاری رو رو کر آدھی ہوگئی ہے۔ پتا نہیں "پھاپھا کٹنی" نے تائی امی اور بڑے ابا پر کیا جادو کیا ہے کہ وہ اپنی "دختر نیک اختر" تک کو بھلا بیٹھے ہیں۔ حالانکہ آنسہ علیزہ جیسی "فرماں بردار" اولاد بھی بھلا کوئی بھلانے والی چیز ہے؟" کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے وہ "فرماں بردار" پہ خوب زور دیتے ہوئے شرارت سے مسکرادی تو نہ چاہتے ہوئے بھی وہ تینوں روتے روتے ہنس دیں۔

۞ ۞ ۞

تقریباً تین گھنٹے کے بعد ٹرین ایک جنکشن پر آکر رکی تو وہ چاروں جو ادھر ادھر لڑھک چکی تھیں، کپڑے ٹھیک کرتے ہوئے سیدھی ہو بیٹھیں۔

چونکہ یہ ایک بڑے شہر کا بڑا اسٹیشن تھا، لہٰذا کافی سے زیادہ سیٹیں جو پہلے خالی تھیں۔ اب تیزی سے بھرنے لگیں۔ بچے، عورتیں اور خصوصاً مرد اپنی سیٹوں کی تلاش میں نگاہیں دوڑاتے ہوئے ایک تفصیلی نظر کمپارٹمنٹ میں موجود دیگر خواتین کے ساتھ ساتھ ان چاروں پر بھی ڈالنا گویا اپنا قومی فریضہ

CamScanner

سمجھ بیٹھے تھے۔

"کمبخت کہیں کے! لگتا ہے پہلے کبھی لڑکیاں نہیں دیکھیں اور یہ ان صاحبان کی ذرا عمریں اور حرکتیں دیکھو۔ جانا سامنے ہے مگر "بوتھا" اور اس پہ فٹ آنکھیں ادھر سیٹ کر رکھی ہیں۔" ملیحہ قریب سے گزرتے چند ادھیڑ عمر بزرگوں کی اس گھٹیا حرکت پر بھنا اٹھی تو اس کے آخری جملے پر تینوں کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"دفع کرو ان بے ہودہ لوگوں کو۔ تم ایسا کرو کہ۔۔۔"

علیزہ کی بات ابھی منہ میں ہی تھی کہ جینز اور ٹی شرٹ میں ملبوس ایک خوش شکل سا نوجوان ان چاروں کے قریب آن رکا۔

"جی۔۔۔؟" ملیحہ جو پہلے ہی جلی بیٹھی تھی، ماتھے پہ بے شمار بل سجائے کر خشکی سے گویا ہوئی۔

"وہ ایکچوئلی مس! ہماری سیٹیں نہیں مل رہیں تو میں پوچھنا چاہ رہا تھا کہ۔۔۔"

"کہ کہیں ہم نے تو نہیں چرا لیں آپ کی سیٹیں۔ دیکھیں مسٹر! لڑکیوں سے یوں بہانے سے بات کرنے کے طریقے کافی پرانے ہو چکے ہیں۔ سو آپ پلیز مزید ہمارا اور اپنا وقت برباد کرنے سے گریز کریں اور یہاں سے چلتے پھرتے نظر آئیں۔"

ترخ کر مقابل کی بات کاٹتے ہوئے اس نے اپنا اگلا پچھلا سارا غصہ نووارد پر نکالا تو سامنے کھڑے نوجوان کا چہرہ اس بدتمیزی پر تپ اٹھا۔

"ایکسکیوزمی مس! آپ سے بہانے سے تو دور کی بات، میں تو مجبوراً بات کر کے پچھتا رہا ہوں اور جہاں تک سیٹیں چرانے کی بات ہے تو میرے خیال میں، آپ اپنے پیشے کے بارے میں زیادہ بہتر جانتی ہوں گی۔" طنزیہ لہجے میں، حساب برابر کرتے ہوئے وہ ایک جھٹکے سے پلٹ گیا تو ملیحہ غصے سے جب کہ علیزہ اور نیہا ہنسی سے سرخ پڑ گئیں۔ سبین البتہ اس اجنبی کے ساتھ ملیحہ کی اس کھلی بدتمیزی پر کھول کر رہ گئی۔

"تم بھی نا" ایکسکیوزمی پلیز، بات سنیں۔"

دانت پیس کر ملیحہ کو گھورتے ہوئے سبین نے دور جاتے نوجوان کو آواز دی تو تیزی سے آگے بڑھتے بلال احمد کے قدم اس سریلی پکار پر جیسے تھم سے گئے۔

"جی! آپ نے مجھ سے کچھ کہا؟" پلٹ کر واپس آتے ہوئے اس نے اپنے مقابل کھڑی نازک سی شرمندہ حسینہ کو دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"جی ہاں، وہ دراصل بات یہ ہے کہ ابھی چند لمحے پیشتر جو بدمزگی ہوئی ہے، اس کے لیے ہم سب شرمندہ ہیں۔ آپ پلیز جو پوچھنا چاہ رہے تھے پوچھیے۔ ہمیں خوشی ہوگی اگر ہماری وجہ سے آپ کا پرابلم سولو ہو جائے تو۔"

"پرابلم تو ہمارا "سولو" ہو گیا محترمہ۔" وارفتگی سے اس کا چہرہ تکتے ہوئے وہ محض بڑبڑا کر رہ گیا تو سبین نہ سمجھ آنے والے انداز میں اسے دیکھنے لگی۔

"جی؟"

"م۔۔۔ م۔۔۔ میرا مطلب ہے کہ آپ کی سیٹوں کے نمبر کیا ہیں؟"

"ہماری سیٹیں تیرہ سے اٹھارہ تک ہیں۔"

"تیرہ سے اٹھارہ تک۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ سے اگلی سیٹیں ہماری ہیں۔" کچھ سوچتے ہوئے وہ خود سے گویا ہوا۔

"اوکے مس تھینکس فار یور ہیلپ۔ ایکچوئلی کافی سیٹوں کی نمبرنگ نہیں ہوئی، اس لیے ذرا کنفیوژن ہو رہی تھی۔"

"اٹس اوکے۔" سبین شائستگی سے بات ختم کرتے ہوئے پلٹ کر اپنی جگہ کی جانب چل دی تو اس کی پشت پر جھولتی موٹی سی چٹیا کو دیکھتے ہوئے بلال احمد ایک گہرا سانس لے کر رہ گیا۔

☆ ☆ ☆

"یہ لو۔۔۔ یہ محترم تو پوری پلٹن اٹھا لائے ہیں۔"

چند لمحوں بعد بلال احمد کی معیت میں چار مزید خوش شکل اور خوش لباس نوجوانوں کو کمپارٹمنٹ میں داخل ہوتا دیکھ کر ملیحہ بے اختیار تپ اٹھی۔

"وہ پلٹن لائے یا فوج، اپنے خرچے پر لا رہا ہے نا۔

تم کیوں خواہ مخواہ بیٹھی اپنا خون جلا رہی ہو۔" نیہا نے اسے ٹوکتے ہوئے کہا تو وہ منہ بناتے ہوئے بولی۔

"میں بیٹھی اس لیے اپنا خون جلا رہی ہوں کہ نہ اب ہم ریلیکس ہو کر بیٹھ سکیں گے اور نہ ہی لیٹ سکیں گے۔ یہ پانچ لفنگے اللہ جانے کب تک ہمارے سر پر سوار رہیں گے۔"

"بھئی جس نے لیٹنا ہو' وہ اوپر کی برتھ پر جا کر لیٹ جائے۔ اللہ اللہ خیر صلا۔" نیہا نے لاپروائی سے کان پر سے مکھی اڑائی۔

"نہیں یار! کہہ تو ملیحہ ٹھیک رہی ہے۔ اب اٹھنے بیٹھنے میں واقعی خاصی پریشانی ہو گی۔" اپنے سے اگلی چھ سیٹوں پر پانچ لڑکوں کو سامان سیٹ کرتا دیکھ کر علیزہ تشویش سے بولی تو اس کے مقابل بیٹھی نیہا اور ہیتین بھی بے اختیار پلٹ کر زور و شور سے گفتگو کرتے لڑکوں کو دیکھنے لگیں۔

"یار رازی! یہ ادھر بیٹھی ساری لڑکیاں پلٹ کر ہمیں کیوں دیکھ رہی ہیں؟" نوفل نے سوٹ کیس اوپر والی سیٹ پر چڑھاتے رازی کے کان میں گھس کر دریافت کیا تو لڑکیوں کے نام پر رازی صاحب تیزی سے سوٹ کیس اوپر پھینکتے ہوئے ہاتھ اور کپڑے جھاڑنے لگے۔

"کدھر یار؟" شوق کا اک جہان آنکھوں میں بسائے ارد گرد دیکھتے ہوئے استفسار کیا گیا۔

"ادھر اور کدھر۔" اس کے انداز پر نوفل نے جل کر دائیں انگوٹھے سے خفیف سا اشارہ کیا تو وہ پورے ذوق و شوق سے ان چاروں کا مطالعہ کرنے لگا۔

"یہ لیجیے' ابھی سوار ہوئے دس منٹ نہیں ہوئے کہ اوچھی حرکتوں پر اتر آئے محترم۔" نیہا نے سامنے کھڑے لڑکے کو زبردست گھوری سے نوازتے ہوئے چہرہ موڑ لیا۔

"ابے گدھے! پٹوائے گا کیا؟" نوفل نے رازی پر لڑکی کی گھوری کا اثر نہ ہوتے دیکھ کر اسے ٹھوکا دیا۔

"ایک منٹ یار! میں کچھ سوچ رہا ہوں۔" ایک ٹک سامنے دیکھتے ہوئے وہ بولا۔

"یار! میرے' جو عظیم سوچ بچار تو کر رہا ہے نا' وہ میں دیکھ ہی رہا ہوں۔ بیٹے! عزت اسی میں ہے کہ تو شرافت سے نظریں نیچی کر لے۔"

"نہیں یار! آئی ایم سیریس۔ یہ جن دو لڑکیوں کے چہرے ہماری طرف ہیں' ان میں سے یہ کھڑکی کے پاس بیٹھی لڑکی کہیں علیزہ بھابھی تو نہیں؟" غور سے' جزبز ہوتی علیزہ کا چہرہ تکتے ہوئے وہ گویا ہوا تو اس کی نشان دہی پر نوفل بھی پورے دھیان سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"ہاں یار! تصویر میں تو یہی تھی۔ تو نے ٹھیک پہچانا ہے۔ یہ تو واقعی علیزہ بھابھی ہیں۔"

ازحد مسرت سے رازی کی تصدیق کی گئی تو وہ فخر سے اپنا کالر اونچا کرتے ہوئے بولا۔

"اے نادان دوست! ہم نے کہا تھا نا کہ ہماری "عقاب" کی سی نظر کبھی دھوکہ نہیں کھاتی۔"

"جی۔۔۔ جی۔۔۔ کیوں نہیں مگر اس سے پہلے کہ آپ اس تیز ہوتی ٹرین کے ہاتھوں اپنی عقابی نظروں سمیت زمین بوس ہوں' میرے خیال میں ہمیں بیٹھ جانا چاہیے اور اس اہم خبر کی اطلاع انجان ہیرو سمیت اس کے دیگر دو کزنوں تک بھی پہنچا دینی چاہیے۔"

"یس یو آر رائٹ مائی فرینڈ۔" اگلے ہی پل دونوں علیزہ کی جانب پشت کرتے ہوئے باقی تینوں کے ساتھ سر جوڑ کر بیٹھ گئے تو سامنے بیٹھی علیزہ نے بے اختیار سکون کا سانس لیا۔

☼ ☼ ☼

دوپہر کے دو بجے تو ہیتین نے سیٹ پر اخبار بچھائے' ہاٹ پاٹ سمیت ڈسپوزیبل چمچے' گلاس اور پلیٹیں نکال کر رکھتے ہوئے ان تینوں کو کھانے کے لیے متوجہ کیا۔

"تم لوگ کھاؤ' مجھے بھوک نہیں۔" کھڑکی سے بھاگتے دوڑتے منظر پر نظر جمائے علیزہ بے زاری سے بولی تو ملیحہ اسے گھورنے لگی۔

"علیزہ عثمان! سیدھے طریقے سے اٹھ کر کھانا

کھاؤ۔ صبح چلتے وقت بھی تم نے صرف ایک کپ چائے کا لیا تھا۔"

"کم آن یار! کب تک اس تیمور یزدانی کی جان کو روؤ گی۔ تمہارے یوں کھانا پینا چھوڑ دینے سے بھلا اس نے کون سا رشتہ سے انکار کر دینا ہے۔ جو تم خود کو یوں سزا دے رہی ہو' بلکہ میرے نزدیک تو تمہیں آج کل خوب ڈٹ کر کھانا پینا چاہیے تاکہ گھر پہنچ کر با آسانی سب سے دو دو ہاتھ کر سکو۔"

نیہا نے اپنے مخصوص انداز میں سمجھایا تو دوسری طرف تیمور جو کافی دیر سے علیزہ کو اپنی نظروں کے حصار میں لیے اپنے چاروں کزنز کی چھیڑ چھاڑ سے محظوظ ہو رہا تھا۔ اپنے اس "ذکر خیر" پر بری طرح چونک اٹھا۔ علیزہ اس رشتہ سے ناخوش ہے۔ یہ بات تو اس کے وہم و گمان تک میں نہیں تھی۔ اگلے ہی پل اس نے سنبھلتے ہوئے غور سے ذرا فاصلے پر بے دلی سے چاولوں پر چمچہ پھیرتی علیزہ کو دیکھا تو اسے وہ کافی پریشان اور مرجھائی مرجھائی سی محسوس ہوئی۔

اب سے کچھ دیر پہلے جب نوفل اور رازی نے بلال اور سلمان سمیت اسے یہ اہم اطلاع دی تھی کہ ان سے اگلی نشستوں پر براجمان چار لڑکیوں میں علیزہ بھی شامل ہے تو وہ کتنی ہی دیر بے یقینی سے اس کا حسین چہرہ تکتا رہ گیا تھا' جس پر اس کے دوستوں نے اس کا خوب ہی ریکارڈ لگایا تھا کیونکہ یہ بے خودی اور خود فراموشی تیمور یزدانی کی ذات کا خاصہ ہرگز نہ تھی۔

وہ تیمور یزدانی جو ایک بہت بڑی ملٹی نیشنل فرم میں ایک اعلا عہدے پر فائز تھا' جو اپنے بہترین اخلاق' غیر معمولی ذہانت اور شان دار مردانہ وجاہت کے باعث خاندان میں اور خاندان سے باہر یکساں مقبول تھا' مگر اس کی اچھی تربیت اور ذاتی شرافت و نجابت کا یہ عالم تھا کہ اس نے کبھی بھی اپنی ان خوبیوں کا ناجائز فائدہ نہیں اٹھایا تھا جن کے باعث زندگی ہمیشہ اس کے لیے ایک پھولوں بھری حسین راہ گزر رہی تھی۔

حتیٰ کہ جب اس حسین راہ گزر پر اس کے ساتھ ساتھ چلنے کے لیے ایک شریک سفر کی تلاش شروع ہوئی' اس نے تب بھی نہایت فرماں برداری کا ثبوت دیتے ہوئے اپنی زندگی کا ساتھی علیزہ عثمان کو بنانے کا فیصلہ کیا جو کہ اس کے والد کے دیرینہ دوست عثمان ظفر کی بیٹی تھی۔

باوجود اس کے کہ عثمان ظفر اور محمود یزدانی کی دوستی بہت گہری رہی تھی۔ ان کی فیملیز کے درمیان ہمیشہ ایک فاصلہ رہا تھا جس کی وجہ محمود صاحب کی آرمی کی نوکری تھی۔ ہر دو' ڈھائی سال بعد ہونے والی پوسٹنگ نے ان کی دوستی کو اگرچہ صرف فون تک محدود کر دیا تھا پھر بھی اتنے فاصلوں کے باوجود دونوں دوستوں کے دل ہمیشہ ایک دوسرے کے انتہائی قریب رہے تھے اور اب جب کہ وقت نے دونوں کو اپنی دوستی مزید مضبوط کرنے کا موقع دیا تو انہوں نے ایک لمحے کا توقف کیے بنا یہ نیا رشتہ استوار کر ڈالا۔

گو کہ علیزہ عثمان خالصتاً" تیمور کے والدین کی پسند تھی' مگر ان کے اس فیصلے میں بہرحال اس کی رضا اور مرضی کو حتمی قرار دیا گیا تھا' جب ہی تو وہ اپنی زندگی میں در آنے والی اس اچانک لیکن خوش گوار تبدیلی پر بے حد خوش اور مطمئن تھا' مگر اب جو کچھ اس کے علم میں آیا تھا' وہ نہ صرف شاکنگ بلکہ کافی حد تک تکلیف دہ بھی تھا۔

اس کی ذات اور کسی پر نہیں بلکہ خود اس کی ہونے والی شریک حیات پر مسلط کی جا رہی تھی۔ یہ تو تیمور یزدانی کو کسی بھی صورت قبول نہ تھا۔ زندگی میں ہونے والی اس پہلی تذلیل نے گو کہ اس کے اندر ایک عجیب سی آگ دہکا دی تھی' مگر چونکہ وہ متحمل مزاج تھا۔ سو جوش میں کوئی ایسا فیصلہ نہ کرنا چاہتا تھا جو مستقبل میں اس کے والدین یا خود اس کے لیے تکلیف اور ندامت کا باعث بنتا۔

"کہیں وہ کسی اور میں۔۔۔" ذہن میں امڈتی ڈھیروں سوچوں میں سے ایک نئی سوچ نے سر اٹھایا تو اگلے ہی پل اس نے بے اختیار خود کو ٹوک ڈالا۔

"مجھے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ میں تصویر کا دوسرا رخ دیکھے بنا کسی کی ذات کے بارے میں فضول مفروضے

قائم کروں۔"
ذہن سے ہر قسم کے منفی خیالات کو جھٹکتے ہوئے وہ کتنی ہی دیر ٹھنڈے دل و دماغ کے ساتھ تمام حالات کو سوچ گیا اور بالآخر اس فیصلے پر پہنچا کہ علیزہ عثمان کی ذات اور اس کے اس رشتے سے انکار کے بارے میں کوئی بھی حتمی رائے قائم کرنے سے پہلے اسے ایک بار علیزہ کی سوچوں اور اس کے پوائنٹ آف ویو سے آشنائی ضرور حاصل کرنی چاہیے اور اس کے لیے اسے جو کچھ بھی کرنا تھا' وہ اس مختصر سے سفر میں ہی کرنا تھا۔

☆ ☆ ☆

"یار! لگتا ہے بھابھی کو کسی نے تیری تصویر تک نہیں دکھائی۔ جب ہی تو انہوں نے تجھے پہچانا تک نہیں۔" سلمان نے چائے کی چسکی لیتے ہوئے علیزہ کی بے خبری کو مد نظر رکھتے ہوئے اندازہ لگایا۔

"یار! میرے خیال میں تو بھابھی سمیت ان کی تینوں کزنز یا سہیلیاں' جو بھی وہ ہیں' ان میں سے کسی نے بھی نہ تو تیری تصویر دیکھی ہے اور نہ ہی تیری "لائیو ٹیلی کاسٹ" دیکھی تھی' اس عظیم اور یادگار شادی پر۔" بلال نے شوخی سے یاسر کی شادی کا حوالہ دیا تو اس کی بات پر ایک زبردست قہقہہ پڑا۔ جس کی گونج نے دوسری جانب بے دلی سے میگزین کے صفحے پلٹتی علیزہ کو ان پانچوں کی جانب متوجہ کر دیا۔ کھانے کے بعد چونکہ ملیحہ' سین اور نیہا تینوں سو چکی تھیں۔ سو علیزہ خاصی بوریت اور کوفت کے عالم میں بیٹھی میگزین کھنگال رہی تھی۔ اپنے دھیان میں گم وہ اردگرد سے اتنی بے خبر تھی کہ جب اچانک پانچ مردوں کے جناتی قسم کے قہقہے گونجے تو وہ نہ صرف اپنی جگہ پر پھڑک اٹھی بلکہ بے اختیار ان سب کی جانب متوجہ بھی ہو گئی جو اس کی موجودگی سے بے خبر زور و شور سے آپس میں مصروف گفتگو تھے۔

"ویسے یار یہ سچویشن کچھ فلمی سی نہیں ہو گئی۔ سین' انجان' معصوم سی ہیروئن' ضرورت سے زیادہ مکار اور چالاک ہیرو اور اس کے چار بے حد کھلنڈرے' سیدھے اور بے تحاشا ہینڈسم دوست۔" نوفل نے ہنسی روکتے ہوئے شرارت سے اپنے تئیں انتہائی غیر جانبدارانہ تجزیہ کیا تو تیمور اس کے انداز پہ کھل کر مسکرا دیا۔

"نوفل یار تھینکس آلاٹ۔ تو نے آج میری ایک دیرینہ خواہش پوری کر دی۔"

"میں نے؟ مگر کون سی؟" اپنی بات کے جواب میں تیمور کا انتہائی غیر متوقع رد عمل دیکھ کر اس نے حیرت سے دریافت کیا۔

"میرے یار! آج تو نے مجھے اپنے منہ میاں مٹھو کا نہ صرف مطلب سمجھا دیا ہے بلکہ اس مثال کا ایک جیتا جاگتا نمونہ بھی دکھا دیا ہے۔ اینڈ فار دیٹ آئی ایم رئیلی تھینک فل ٹو یو۔" تیمور نے احساس ممنونیت کے زیر اثر آگے جھکتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام لیا تو باقی تینوں کا قہقہہ ایک بار پھر گونج اٹھا۔ جب کہ نوفل نے خفت کے مارے اگلے ہی پل اس کا ہاتھ جھٹک ڈالا۔

"گھٹیا انسان! اسے اپنے منہ میاں مٹھو نہیں بلکہ خود شناسی اور خود' خود۔۔۔"

"یہ خود یہ جو تیری سی ڈی پھنسی ہے ناخود پرست انسان یہ صرف اس لیے ہے کہ تو ادھر ادھر جھوٹ بول رہا ہے۔" نوفل ایک لمحے کو مناسب لفظ کی تلاش میں ٹھہرا تو تیمور نے اگلے ہی پل اس کی بات کاٹتے ہوئے اسے ایک دھپ رسید کر ڈالی۔ جب کہ دوسری طرف اتنے کرارے جواب پہ علیزہ کے ہونٹ بھی بے اختیار مسکرا اٹھے۔ اچھا سینس آف ہیومر رکھنے والے خوش اخلاق قسم کے لوگ' چونکہ ہمیشہ سے اسے پسند رہے تھے۔ سو مقابل کی حاضر جوابی اور شگفتہ مزاجی کو اس نے جی بھر کے انجوائے کیا تھا۔

"ویسے تیمی یار! میری مان تو دوسری پارٹی کی اس بے خبری سے فائدہ اٹھا۔ اپنے فیصلے کو جانچنے کا تجھے اس سے اچھا موقع پھر کبھی نہیں ملے گا۔" رازی نے جو کافی دیر سے خاموش بیٹھا ان سب کی باتیں سن رہا تھا' تیمور کو سنجیدگی سے مشورہ دیا تو اس کا اشارہ سمجھتے

ہوئے وہ متانت سے مسکرا دیا۔
"اگر تیرا اشارہ اس کے "کیریکٹر" کی پرکھ کی طرف ہے تو میرے نزدیک مجھ سمیت کسی بھی مرد کو اس بات کا کوئی حق نہیں کہ وہ کسی بھی خاتون کے کردار کی مضبوطی کو پرکھ کر اس کی تذلیل کرے' اس کی عزت نفس کو چوٹ پہنچائے۔"
"دیکھ میرے یار ایک مرد ہونے کے ناتے یہ تیرا حق بنتا ہے کہ تو۔۔۔"
"کہ میں جس خاتون کو چاہے جانچوں' پرکھوں اور کیریکٹر سرٹیفکیٹ ایشو کرتا پھروں۔ نہیں یار یہ سوچ بالکل غلط ہے آخر ہم مردوں کو یہ حق کس نے دیا ہے کہ ہم اپنے اختیارات اور اپنی پوزیشن کا ناجائز فائدہ اٹھائیں اور عورتوں کو جب دل چاہے اپنے اپنے طریقے سے بے عزت کرتے پھریں۔
شرم و حیا کے سارے احکامات اللہ تعالیٰ نے صرف خواتین ہی کے لیے نہیں اتارے ہیں' ہم مردوں کو بھی نظریں نیچی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جب کہ ادھر ہماری بے راہ روی کا یہ عالم ہے کہ ہم محض اپنی مردانگی کے زعم میں نظریں نیچی رکھنا تو دور کی بات عورتوں کو نہ صرف یہ کہ گھورتے ہیں بلکہ انہیں اپنی انجوائے منٹ اور تسکین کے لیے بے وقوف بھی بناتے ہیں۔ پھر ان کے جذبات کا جی بھر کے مذاق اڑانے کے بعد یہ کہہ کر انہیں ریجیکٹ کر دیتے ہیں کہ یہ لڑکی لوز کریکٹر کی مالک ہے۔"
یمور نے رازی کی بات کاٹتے ہوئے نہایت سنجیدگی سے اپنی ہی صنف کی غلط سوچ اور غلط روش کا پوری سچائی اور غیر جانبداری سے تجزیہ کیا تو اس کے اس کھرے کھرے پر ان چاروں کو گویا سانپ سونگھ گیا۔
دوسری طرف علیزہ چند لمحے پہلے تک انتہائی شوخی اور شرارت سے ہنسنے ہنسانے والے انسان کی شخصیت کا یہ بردبار اور باوقار روپ دیکھ کر حیران رہ گئی۔ آج کے دور میں کسی نوجوان کی سوچ اتنی صاف ستھری اور سلجھی ہوئی بھی ہو سکتی ہے اس بات کا اسے قطعاً" اندازہ نہ تھا۔
اگلے ہی پل علیزہ نے بے اختیار جھکتے ہوئے سیٹوں کے درمیان میں سے اس شخص کا چہرہ دیکھنا چاہا جس کے پاکیزہ خیالات نے اس پر لمحوں میں سحر سا طاری کر دیا تھا۔ نہ جانے کیوں اس کا دل یکدم ہی اس خوب صورت آواز اور دل نشین لب و لہجے کی جانب کھنچنے لگا تھا۔
دل میں ابھرنے والی خواہش کے زیر اثر اس نے غیر محسوس انداز میں سر جھکاتے ہوئے مقابل کو دیکھنا چاہا تو اسے یہ دیکھ کر بے انتہا کوفت اور مایوسی ہوئی کہ بولنے والے کی اس کی جانب پیٹھ تھی۔ اس بات کا اندازہ اسے دوسری جانب سے ایک بار پھر ابھرنے والی اسی دل فریب بھاری سی آواز سے ہوا تھا جس نے اس کے اندر مقابل کو دیکھنے کی تحریک پیدا کی تھی۔ گہرا سانس لیتے ہوئے وہ دل و دماغ پر چھانے والی عجیب سی کیفیت پر حیران و پریشان ہوتی سیدھی ہو بیٹھی اور نہ چاہتے ہوئے بھی پورے دھیان سے ایک بار پھر سحر آگیں لہجے کے اتار چڑھاؤ میں گم ہو گئی۔
"میرے نزدیک عورت ذات' اس بات سے مبرا کہ وہ اپنی ہے یا پرائی' انتہائی محترم اور قابل عزت ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہم مرد' عورت کو صرف عورت ہونے کے ناتے عزت اور احترام دیں' اس کے وجود سے منسلک رشتوں کو نہیں۔ رازی یار آئی ہوپ کہ تم نے میری کسی بات کو مائنڈ نہیں کیا ہو گا۔ میرا مقصد تمہیں کچھ جتانا یا ہرٹ کرنا نہیں' بلکہ صرف اور صرف اپنا پوائنٹ آف ویو کلیئر کرنا تھا۔ اینڈ آئی ہوپ کہ یو ڈونٹ ہرٹ۔"
یمور نے اپنی بات کے اختتام پر ساتھ بیٹھے رازی کے شانے پر محبت سے اپنا بازو پھیلا لیا تو وہ ہنس کر "ناٹ ایٹ آل ڈیئر کزن" کہتا ہوا اس کے ساتھ لگ گیا جب کہ دوسری جانب پیار و محبت' خلوص اور رواداری کے اس سادہ سے اظہار نے بے اختیار علیزہ کے لبوں پر بھی بڑی خوب صورت اور نرم سی مسکراہٹ سجادی۔

☼ ☼ ☼

پانچ بجے کے قریب ٹرین ایک اسٹیشن پر رکی تو وہ چاروں بھی تازہ دم ہونے کے لیے دیگر مسافروں کی طرح گرما گرم چائے سے لطف اندوز ہوتے ہوئے ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگیں کہ اچانک دو لڑکے ہاتھوں میں سفری بیگ اٹھائے ان کے قریب آ کھڑے ہوئے۔

"جی فرمایئے؟" سر سے پاؤں تک ان کا جائزہ لیتے ہوئے نیہا نے قدرے سختی سے پوچھا تو وہ جو آنکھوں سے ہی ان کا ایکسرے کرنے پہ تلے بیٹھے تھے' اسٹائل سے ایک دوسرے کی جانب دیکھ کر مسکرا دیے۔

"فرمانا کیا ہے بادشاہو۔ بس اک عرض کرنا تھی کہ یہ جو چھ سیٹوں پہ آپ چار نازک نازک حسیناؤں نے پیر پھیلا رکھے ہیں۔ ان میں سے دو سیٹیں ہماری ہیں۔" سامنے کھڑے دو لڑکوں میں سے ایک نے اپنے کندھے تک جھولتی زلفوں میں بڑے اسٹائل سے ہاتھ پھیرتے ہوئے دھڑلے سے جھوٹ بولا تو مقابل کی اس دروغ گوئی پہ وہ چاروں ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئیں۔

بڑے ابا کی ہدایت کے پیش نظر کہ سفر میں اس قسم کے ایرے غیرے نتھو خیروں سے واسطہ نہ پڑے وہ ہمیشہ چار کی بجائے چھ سیٹوں کا کرایہ ادا کر کے سفر کیا کرتی تھیں' سو اس وقت نہ صرف یہ کہ ان دونوں "ہوشیاروں" کی ہوشیاری سے واقف تھیں بلکہ ان کے انداز و اطوار کو دیکھتے ہوئے اس بات کا بھی بخوبی اندازہ لگا چکی تھیں کہ دونوں خاصے "شریف" ہیں۔

"آپ لوگوں کو ہم سے جھوٹ بولتے ہوئے شرم آنی چاہیے۔ جب یہ سیٹیں خالی ہی نہیں تو آپ کی کیسے ہو سکتی ہیں؟" ملیحہ نے تیز لہجے میں کہتے ہوئے انہیں گھورا تو دونوں ایک لمحے کو گڑبڑا سے گئے۔ مگر چونکہ وہ کافی دیر سے چاروں لڑکیوں پہ نظر رکھے ہوئے تھے' سو آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کو اشارہ کرتے ہوئے ایک بار پھر سنبھل کر کھڑے ہو گئے۔

"اچھا جی! پر حیرت ہے کہ ہمیں تو یہاں کوئی اور نظر نہیں آ رہا۔" طنزیہ مسکراہٹ ہونٹوں پر سجا کر لمبی زلفوں والا ایک قدم آگے بڑھ آیا تو اب تک خاموش بیٹھی علیزہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اے مسٹر! اپنی حد میں رہو اور شرافت سے پیچھے ہٹو ورنہ ہمارے مرد آ کر تمہیں ابھی ایسا مزہ چکھائیں گے کہ ساری عمر یاد رکھو گے۔"

انہیں بے ہودگی پہ تلا دیکھ کر علیزہ نے قصداً جھوٹ کا سہارا لیا تو پیچھے کھڑا دوسرا لڑکا بھی آگے بڑھ آیا۔

"رانی! تمہارے ساتھ کوئی مرد ہو گا تو ہم کو آ کر مزا چکھائے گا نا!"

ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے وہ دونوں ہنس دیے تو پریشانی سے وہ تینوں بھی اٹھ کر علیزہ کے قریب آ کھڑی ہوئیں۔

"کیوں ہیرو! تمہیں میں نظر نہیں آ رہا کیا؟" معاً ایک بھاری لہجے نے جہاں ہنستے ہوئے لوفروں کی ہنسی کو بریک لگا دیے۔ وہیں ان چاروں کو بھی بے اختیار چونکنے پر مجبور کر دیا۔

"ہم ہم معاف کرنا سر جی۔ ہم ہم سمجھے کہ۔۔۔"

"کہ یہ چاروں اکیلی ہیں اور اس لیے تم جتنی چاہے بدمعاشی دکھا سکتے ہو؟ تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے گھر کی عورتوں سے بدتمیزی کرنے کی۔؟" ہکلاتے ہوئے لڑکے کو کالر سے پکڑ کر اپنی جانب گھسیٹتے ہوئے تیمور نے ایک جھٹکا دیا تو لمبی زلفوں والے کے سارے کس بل از خود نکل گئے۔

"غلطی ہو گئی جناب ہمیں' ہمیں معاف کر دیں۔" آگے بڑھتے ہوئے اس نے تیمور کے آگے ہاتھ جوڑ دیے تو ایک نظر ان چاروں کے گھبرائے ہوئے چہروں پہ ڈالتے ہوئے اس نے لڑکے کا گریبان جھٹک ڈالا۔

"نکلو باہر یہاں سے فوراً! دوبارہ اگر مجھے تم لوگ اس ڈبے کے ارد گرد بھی نظر آئے تو سیدھا پولیس کے حوالے کر دوں گا۔ سمجھے!"

"سمجھ گئے جناب سمجھ گئے۔" اپنے اپنے بیگ

سنبھالتے وہ دونوں تیزی سے کمپارٹمنٹ سے باہر نکل گئے۔ تو تیمور ایک نظر باہر نکلتے لڑکوں پر اور دوسری بت بنی کھڑی چاروں لڑکیوں پر ڈالتے ہوئے خاموشی سے اپنی سیٹوں کی جانب چل دیا۔

"ایکسکیوزمی پلیز! بات سنیں۔" ملیحہ نے خاموشی سے اپنے مددگار کو آگے بڑھتے دیکھ کر بے اختیار آواز دے ڈالی۔

"جی۔۔۔" پلٹ کر ان کی جانب آتے ہوئے وہ نرمی سے بولا۔

"آپ کا بہت بہت شکریہ! آپ نے ہماری مدد کی۔ اگر آپ آکر ان بد تمیزوں کو ہینڈل نہ کرتے تو نجانے وہ ہمارے ساتھ کتنا مس بی ہیو کر جاتے۔" ملیحہ دل کی گہرائیوں سے اس کی مشکور ہوئی۔

"پلیز! آپ شکریہ ادا کر کے مجھے شرمندہ مت کریں۔ ہم سب ساتھ سفر کر رہے ہیں۔ سو ہمارا فرض بنتا ہے کہ اگر کسی کو کوئی مشکل پیش آئے تو اس کی مدد کر کے اس کی تکلیف کو دور کریں۔ لہٰذا اس بات کو بھول جائیں اور دوبارہ اگر آپ کو کسی بھی قسم کی مدد درکار ہو تو آپ بلا جھجک میرے پاس آسکتی ہیں۔"

رسانیت سے بولتے وہ اک گہری نظر علیزہ پر ڈالتے ہوئے واپس پلٹ گیا تو وہ اس انجان ساحر کو دیکھ کر رہ گئی جس کی آواز نے لمحوں میں اس کی شناخت کروا ڈالی تھی۔ وہ انجان ساحر جس نے محض چند ہی گھنٹوں میں اس کی ہستی کو زیر و زبر کرتے ہوئے نہایت خاموشی سے اس کے دل کی سرزمین کو فتح کر ڈالا تھا۔

☆ ☆ ☆

رات کے بارہ بج رہے تھے اور ٹرین نہایت تیز رفتاری سے اپنی منزل کی جانب گامزن تھی۔ تقریباً سب ہی مسافر سوئے ہوئے تھے اور جو نہیں سو رہے تھے وہ بھی آنکھیں بند کیے کم از کم لیٹے ہوئے ضرور تھے۔ دن کے برعکس اس وقت ارد گرد سوائے ریل کی چھکا چھک کے دوسری کوئی آواز نہ تھی، پھر بھی تیمور کی آنکھوں میں نیند کا شائبہ تک نہ تھا۔ جس کی وجہ شاید اس کے ذہن میں گردش کرنے والے ہزار ہا خیالات تھے۔

کافی دیر آنکھوں پر بازو رکھے وہ خاموشی سے لیٹا رہا۔ مگر جب کسی بھی صورت نیند نہ آئی تو وہ بے زاری سے اٹھ بیٹھا اور حسرت سے ان چاروں کی جانب دیکھنے لگا، جو بڑے آرام سے خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہے تھے۔

دل ہی دل میں ان کی نیند کو، جو اس شور میں بھی قائم تھی، سراہتے ہوئے وہ کمپارٹمنٹ کے دروازے کی طرف جانے کی نیت سے اٹھ کھڑا ہوا۔ مگر جونہی وہ آگے بڑھا اس کی نظر ایک سائڈ پر لگی سنگل سیٹوں میں سے ایک سیٹ پر بیٹھی علیزہ پر پڑی۔ جو اپنے دھیان میں گم کھڑکی سے باہر پھیلے گھپ اندھیرے میں نجانے کیا تلاش کر رہی تھی کہ اسے اپنی آنکھوں سے بہنے والے آنسوؤں کا بھی احساس تک نہ تھا۔

اسے یوں اپنے آپ میں گم آنسو بہاتے دیکھ کر بے اختیار تیمور کے بڑھتے قدم تھم سے گئے۔ اور وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے مقابل خالی سیٹ پر خاموشی سے بیٹھ گیا۔

"اگر آپ برا نہ مانیں تو کیا میں آپ سے رات کے اس پہر یوں خاموشی سے رونے کی وجہ پوچھ سکتا ہوں؟"

سوچوں میں بسا نرم ساحر لہجہ یکایک علیزہ کے گرد گونج اٹھا تو وہ بری طرح چونک گئی۔

"آپ، آپ یہاں؟" ذہن کے دریچے پہ چھائے چہرے کو اچانک سامنے پا کر وہ ایک لمحے کو بوکھلا اٹھی، ایسے جیسے کہ اس کی چوری پکڑی گئی ہو۔

"کیوں کیا میں یہاں نہیں بیٹھ سکتا؟ ویسے میری یہاں موجودگی آپ کے لیے باعث حیرت ہے یا باعث ناگواری؟" دھیمی سی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجاتے ہوئے اس نے نہایت ہوشیاری سے علیزہ کو بولنے پر اکسایا تو ایک پل کے لیے اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ اسے کیا جواب دے۔

"ن، نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں۔" چند لمحوں کے

توقف کے بعد خود پر قابو پاتے ہوئے وہ بولی تو گھبراہٹ اس کے لہجے سے عیاں تھی۔ جسے محسوس کرتے ہوئے تیمور کھل کر مسکرا دیا۔

"اس کا مطلب ہے اگر میں یہاں بیٹھ جاؤں تو آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"آپ جہاں چاہیں بیٹھیں بھلا مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"

وہ چونکہ کافی حد تک خود کو سنبھال چکی تھی لہٰذا اپنے ازلی اعتماد کے ساتھ اس کی مسکراہٹ کو نظرانداز کرتے ہوئے قدرے بے نیازی سے گویا ہوئی تو اس کے یوں آنا"فانا" خود پہ قابو پالینے پر تیمور نے بڑی مشکل سے اپنی ہنسی کا گلا گھونٹا۔

"میں یہ بات اس لیے پوچھ رہا تھا کہ چونکہ میں آپ کی مصروفیت میں مخل ہوا تھا تو کہیں آپ کو میری یہ بے وقت کی دخل اندازی گراں نہ گزری ہو۔" آنکھوں میں شرارت لیے وہ بظاہر سنجیدگی سے بولا۔

"دیکھیے مسٹر میں جانتی ہوں کہ اس وقت آپ نے ہماری بروقت مدد کر کے ہمیں مشکل سے بچا لیا تھا اور اس بات کے لیے میں آپ کی احسان مند بھی ہوں' اگر آپ کے ذہن میں یہ خیال ہے کہ آپ کے اس احسان کے بدلے میں' میں آپ سے اپنے پرسنل معاملات شیئر کرتے ہوئے آپ سے اپنے رونے یا ہنسنے کی وجوہات بیان کرنے لگوں گی تو میرے خیال میں آپ کو اپنی غلط فہمی دور کر لینی چاہیے۔" اس کا اشارہ سمجھتے ہوئے علیزہ قدرے رکھائی سے بولی۔

"میرے ذہن میں کیا خیال ہے اور کیا نہیں' اس بات کو تو آپ رہنے دیجئے اور جہاں تک بات میری مدد کی ہے' تو میں ان لوگوں میں سے ہوں جو نیکی کر کے بھول جاتے ہیں۔ آپ سے رونے کی وجہ پوچھنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا کہ میں آپ کے پرسنل میٹرز میں انوالو ہونا چاہتا ہوں۔ کیونکہ بلاوجہ اور بلا ضرورت تو مجھے بھی کسی کے سر پہ سوار ہونے کا کوئی شوق نہیں۔" اس کے خشک جواب پہ تیمور بھی قدرے خفگی سے اپنی بات مکمل کرتے ہوئے اٹھ کر دروازے کی جانب چل دیا تو بے اختیار علیزہ کو اپنے لہجے کی تلخی کا احساس ہوا۔

"ایکسکیوزمی پلیز' بات سنیں!" اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے اس نے بے اختیار آگے بڑھتے تیمور کو آواز دے ڈالی تو وہ پلٹ کر اسے دیکھنے لگا۔

"آئی ایم سوری! مجھے آپ سے اس طرح روڈلی بی ہیو نہیں کرنا چاہیے تھا۔" نظریں جھکاتے ہوئے وہ شرمندگی سے گویا ہوئی تو تیمور ایک نظر اس کے شرمندہ چہرے پر ڈال کر "اٹس اوکے" کہتا ہوا ایک بار پھر آگے بڑھنے لگا۔

"بات سنیں! آپ یہاں بیٹھنا چاہیں تو بیٹھ سکتے ہیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" اسے آگے بڑھتا دیکھ کر وہ ایک بار پھر پکار اٹھی تو تیمور کے لبوں پر نہ چاہتے ہوئے بھی ہلکی سی مسکراہٹ آن ٹھہری۔

"آر یو شیور کہ آپ مائنڈ نہیں کریں گی؟" علیزہ کی جانب پلٹتے ہوئے اس نے دوبارہ تصدیق چاہی تو اپنی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے وہ کھسیا کر اپنی صفائی میں بولی۔

"پلیز میں نے کہا نا کہ آئی ایم سوری۔ ایکچولی اس طرح غصے میں آجانا میری عادت نہیں ہے مگر آج کل نجانے کیوں مجھے۔۔۔"

"غصہ آنے لگا ہے۔ ویسے طبیعت میں یوں لکایک تلخی آجانا اس بات کی علامت ہے کہ آپ کے اردگرد کوئی نہ کوئی کام آپ کی مرضی کے خلاف ہو رہا ہے اور آپ نہ چاہتے ہوئے بھی اسے برداشت کرنے پر مجبور ہیں۔" اس کی بات کاٹتے ہوئے تیمور نے نہایت رسان سے اپنا تجزیہ پیش کیا تو اس کی اس گہری بات پہ علیزہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"شاید آپ صحیح کہہ رہے ہیں۔" گہرا سانس لیتے ہوئے وہ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد سنجیدگی سے بولی۔

"شاید نہیں یقیناً" میں صحیح کہہ رہا ہوں۔" اس کے تاثرات کا بغور جائزہ لیتے ہوئے تیمور نے اپنی بات پہ زور دیا تو وہ جیسے ہار مانتے ہوئے بولی۔

"چلیں مان لیا کہ آپ صحیح کہہ رہے ہیں' مگر پھر

ایسے حالات میں جب کہ انسان اپنی بے بسی کی انتہاؤں پر ہو اور اسے بے بس کرنے والے بھی اس کے بہت اپنے ہوں تو پھر ایسے میں اس شخص کو آپ کے خیال میں کیا کرنا چاہیے؟"

اپنی بات کے اختتام پر وہ امید سے اس کا چہرہ تکنے لگی تو تیمور اس کے چہرے پہ چھائے آس و نراش کے رنگوں کو دیکھتے ہوئے متانت سے بولا۔

"سب سے پہلی بات تو یہ کہ میرے نزدیک ہمارے بہت اپنے، کبھی بھی کسی معاملے میں ہمارا کم از کم برا نہیں چاہیں گے، سو سب سے پہلے تو ہمیں اپنی آنکھوں پر سے ان بہت اپنوں کے لیے بدگمانی کی پٹی اتارنی چاہیے اور ایک بار بالکل غیر جانبداری سے ان کے نظریے سے بھی سارے معاملے کو دیکھنا چاہیے کیونکہ عین ممکن ہے کہ اس عمل سے اور نہیں تو ہم پر یہ بات واضح ہو جائے کہ آیا ہم واقعی اپنی جگہ پر درست ہیں یا نہیں۔" وہ الجھی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"چلیں فرض کریں کہ اگر آپ اس شخص کی جگہ ہوں اور آپ کے بہت اپنے، جیسے کہ آپ کے والدین، جنہوں نے ہمیشہ آپ کو بہت چاہا ہو اور چھوٹے سے چھوٹے معاملے میں بھی آپ کی رائے کو بہت اہمیت دی ہو۔ وہ یک لخت ہی آپ کی زندگی کا سب سے اہم ترین فیصلہ بہت اچانک اور بہت خاموشی سے آپ ہی کر لیتے ہیں اور آپ کی رائے تو دور کی بات آپ سے پوچھتے تک نہیں ہیں تو پھر اپنا مان، اعتبار اور اعتماد، ٹوٹنے پر آپ کیا کریں گے؟ جب کہ آپ کا دل بھی ان کے اس طرز عمل کی بدولت اپنی ذات کی اس بے وقعتی اور خود پر اپنے ہی ماں باپ کی اس درجہ بے اعتباری کی وجہ سے بری طرح ٹوٹ چکا ہو۔"

غور سے اس کی بات سنتے ہوئے علیزہ نے اپنی تئیں نہایت ہوشیاری سے اپنا مسئلہ اس کے روبرو رکھا تو سارا معاملہ لمحوں میں تیمور یزدانی کی سمجھ میں آ گیا۔ علیزہ کا رونا، اس کی گھر والوں سے ناراضگی اور تیمور کی ذات سے اس کی خفگی اور چڑ ہر بات کا جواب اسے اس ہی کے سوال میں مل گیا تو اس کا ہر اندیشہ دھواں بن کر اڑ گیا۔ وہ یکدم ہی خود کو نہایت ہلکا پھلکا اور فریش محسوس کرنے لگا۔

"حسین، انجان، معصوم سی ہیروئن اور ضرورت سے زیادہ مکار اور چالاک ہیرو۔" نوفل کی آواز اس کے اردگرد گونج اٹھی تو اس کے لب بے اختیار ہی مسکرا اٹھے۔ جب کہ سامنے بیٹھی علیزہ اپنے اتنے سنجیدہ سوال کے جواب میں اس کو مسکراتا دیکھ کر حیرت سے اس کا چہرہ تکنے لگی۔

"میں اگر اس شخص کی جگہ ہوتا تو سب سے پہلے اپنا نکتہ نظر درست کرتا کیونکہ میرے نزدیک میرے والدین کا، جنہوں نے زندگی بھر مجھے بے انتہا اور بے تحاشا چاہا، اتنا تو حق بنتا ہی ہے کہ وہ میری زندگی کا فقط ایک فیصلہ خود کر لیں اور رہی مان ٹوٹنے کی بات تو میرے خیال میں صرف ایک فیصلہ کر کے نہ تو انہوں نے میرا مان توڑا اور نہ ہی میری ذات پر اپنی بے اعتباری ظاہر کی، کیونکہ ان کا خود ہی میری زندگی کا سب سے اہم ترین فیصلہ کر لینا اس بات کا ثبوت تھا کہ انہیں مجھ پر اور اپنی تربیت پر کتنا بھروسہ تھا۔

یہ ان کا میری ذات اور اپنے پیار پر مان اور اعتبار ہی تو تھا جس نے انہیں یہ یقین بخشا کہ وہ جو بھی فیصلہ کریں گے مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔ تو بحیثیت اولاد کیا اب یہ میرا فرض نہیں بنتا کہ میں اپنے ان والدین کی، جنہوں نے بچپن سے لے کر اب تک میری ہر جائز، ناجائز خواہش پوری کی صرف ایک خواہش پوری کر کے انہیں اس بات کا احساس دلا دوں کہ ان کا یقین بے جا نہ تھا۔

اگر میرے ماں باپ زندگی کے ہر موڑ پر میری خطائیں اور کوتاہیاں معاف کر سکتے ہیں تو کیا محض ایک بار میں اعلا ظرفی کا مظاہرہ نہیں کر سکتا۔ جب کہ جلد یا بدیر وقت بھی ان کے فیصلے کی درستگی مجھ پر واضح کر دے گا کیونکہ میرا ایمان ہے کہ ماں باپ ہمیشہ اپنی اولاد کے لیے درست اور بہترین فیصلے کرتے ہیں کیونکہ ان سے

CamScanner

بڑھ کر ہمارا مزاج آشنا اور کوئی نہیں ہوتا۔"
اپنی مسکراہٹ پر قابو پاتے ہوئے تیمور نہایت نرمی سے علیزہ کے دل میں پڑی شکووں اور شکایات کی تمام گرہیں یکے بعد دیگرے کھولتا چلا گیا تو اپنے موجودہ رویے کی بدصورتی پر علیزہ کی آنکھیں یک لخت نمکین پانی سے بھر گئیں۔ جسے اس سے چھپانے کی خاطر وہ بے اختیار اپنی نظریں جھکا گئی۔
"آپ واقعی نہایت سلجھی ہوئی سوچ رکھنے والے ایک بہترین انسان اور بے مثال بیٹے ہیں۔" دونوں کے درمیان چھائی خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے اس نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا تو تیمور اس کی نم آنکھوں سے اپنی کامیابی کا اندازہ کرتے ہوئے کھل کر مسکرا دیا۔
"یہ کمنٹ ہے یا کومپلیمنٹ؟" اس نے ہنستے ہوئے شرارت سے پوچھا تو علیزہ بے اختیار مسکرا دی۔
"آپ کو کیا لگتا ہے؟"
"آپ کی مسکراہٹ سے تو کومپلیمنٹ ہی لگتا ہے۔"
"چلیں اگر ایسی بات ہے تو پھر آپ کی خوش فہمی کو قائم رہنے دیتے ہیں۔"
ہنستے ہوئے وہ بھی قدرے شرارت سے بولی تو تیمور اس کے اس حسین روپ کو وارفتگی سے تکتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔
"رات کافی ہو گئی ہے۔ میرے خیال میں اب تھوڑی دیر سو جانا چاہیے۔" اس کی سوالیہ نظروں کے جواب میں وہ رسان سے بولتا ہوا آگے بڑھنے لگا تو وہ بے اختیار تیزی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔
"آپ' آپ اپنا نام تو بتاتے جائیں۔"
"نام؟ نام کو چھوڑیں۔ اس میں کیا رکھا ہے' اگر زندگی رہی اور اللہ کو منظور ہوا تو پھر کسی موڑ پر کبھی نہ کبھی ملاقات ضرور ہو گی اور تب تک کے لیے اللہ حافظ۔"
"اللہ حافظ!" یکایک آنکھوں میں در آنے والے آنسوؤں نے اس کے لحظہ بہ لحظہ دور ہوتے ساحر وجود کو دھندلا کر ڈالا تو وہ اپنے گھٹنوں پر چہرہ جھکاتے ہوئے آنکھوں کی نمی چھپا گئی۔
اب تمہیں کیا بتائیں ہم' کیسے تمہیں دکھائیں ہم
سینے میں کیا اتر گیا' آنکھ پہ کیا گزر گئی

☼ ☼ ☼

"علیزہ یار! اٹھو یہاں اس سنگل سیٹ پر کیوں بے آرام ہو رہی ہو۔ چل کر اپنی جگہ پر لیٹو۔" سبین کے ہلانے پر اس نے کسمسا کر آنکھیں کھولیں تو وہ اس کی سوجی ہوئی سرخ آنکھوں کو تشویش سے دیکھنے لگی۔
"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟"
"ہاں ٹھیک ہے۔" تھکے تھکے انداز میں جواب دیتے ہوئے وہ اٹھ کھڑی ہوئی تو نظریں نہ چاہتے ہوئے بھی دائیں جانب اٹھ گئیں۔ جہاں خالی سیٹوں نے اگلے ہی پل اسے بے اختیار چونکنے پر مجبور کر دیا۔
"یہ' یہ سیٹیں خالی کیوں ہیں؟" یکدم ہی ہر مصلحت جیسے پس پشت چلی گئی اور یاد رہی تو صرف لحہ بہ لحہ وجود پہ چھاتی ویرانی۔ جبکہ دوسری جانب سبین اس اچانک اور غیر متوقع سوال پر حیرت سے اس کا چہرہ تکنے لگی۔ جس پہ اچانک ہی زردیاں کھنڈنے لگی تھیں۔
"ابھی آدھا گھنٹا پہلے جو اسٹیشن آیا تھا وہ لوگ وہاں اتر گئے تھے۔ ویسے خیر تو ہے تم کیوں اتنی پریشان لگ رہی ہو۔ ایوری تھنگ از آل رائیٹ؟" اسے مطلع کرتے ہوئے سبین نے آخر میں اپنی حیرت کو الفاظ دے ڈالے تو وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔
بے یقینی اور وحشت علیزہ کے پورے وجود سے اس طرح مترشح تھی کہ سبین بری طرح گھبرا اٹھی اور اگلے ہی پل اسے بے اختیار جھنجھوڑتے ہوئے بولی۔
"علیزہ! ہوش میں آؤ کیا ہو گیا ہے تمہیں!"
"کچھ' کچھ نہیں ہوا مجھے۔ تم پلیز پریشان مت ہو۔

میں بس تھوڑی دیر لیٹنا چاہتی ہوں۔"

"آر یو شیور؟" پریشانی سے اس کا بغور جائزہ لیتے ہوئے سبین نے تصدیق چاہی تو وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے نرمی سے اس کی گرفت سے اپنا بازو چھڑاتے ہوئے، بے جان ہوتے وجود کو بمشکل گھسیٹتی اپنی جگہ پر جا کر ڈھے سی گئی۔

میرے چارہ گر!
میرے درد کی تجھے کیا خبر
تو میرے سفر کا شریک ہے
نہیں ہم سفر
میرے چارہ گر، میرے چارہ گر
میرے ہاتھ سے تیرے ہاتھ تک
وہ جو ہاتھ بھر کا تھا فاصلہ
اسے ناپتے اسے کاٹتے
میرا سارا وقت نکل گیا
نہیں جس پہ کوئی نشان پا
میرے سامنے ہے وہ راہ گزر
میرے چارہ گر
میرے درد کی تجھے کیا خبر!

☆ ☆ ☆

ایک طویل تھکا دینے والے سفر کے اختتام پر وہ چاروں سفید در و دیوار اور ہری ہری بیلوں میں لپٹے اس خوب صورت سے گھر کے آگے کھڑی تھیں۔ جس کی ایک ہی جھلک اس کے اندر تک سکون اور سرشاری سے بھر دیتی تھی۔ جسے دیکھ کر وہ ہمیشہ اپنے سفر کی ساری تھکن اور کوفت بھول جاتی تھی۔ مگر آج اس گھر پہ نظر پڑتے ہی اس کی تھکن جیسے سوا ہو گئی تھی۔

اپنے کمرے میں پہنچنے تک وہ باقاعدہ ہانپنے لگی تھی۔ یوں جیسے یہ سفر وہ پیدل طے کر کے آئی ہو" اور واقعی سفر تو علیزہ عثمان تم بڑا طویل طے کر کے آئی ہو اور وہ بھی برہنہ پا اور اس سفر کی تھکن اب تا عمر تمہاری روح پر سوار رہنی ہے۔" گہرا سانس لیتے ہوئے اس نے آنکھوں میں آئی نمی کو اپنی پوروں پر اتارتے ہوئے آہستگی سے پلکیں موند لیں۔

شام میں جب وہ سو کر اٹھی تو ایک نئی خبر اس کی منتظر تھی۔ محمود انکل کی فیملی نے تیمور کے شدید اصرار پر منگنی کی بجائے نکاح کی درخواست کی تھی اور جسے عثمان صاحب نے کچھ دیر کی پس و پیش کے بعد قبول کر لیا تھا۔

مگر اس سے پہلے کہ وہ تینوں اس تک یہ اہم ترین خبر لے کر پہنچتیں، ان تک علیزہ کی نکاح پر رضامندی کی خبر چھوٹی چچی کی سارہ کے ذریعہ پہنچ گئی۔ جس پر پہلے پہل جی بھر کے حیران پریشان ہونے کے بعد انہوں نے اگلے ہی لمحے اس کے کمرے کا رخ کیا۔ اور وہاں آدھا پونا گھنٹا اس کی کلاس لینے کے بعد وہ اب ہنسی خوشی لاؤنج میں دیگر کزنز کے ساتھ ڈھولک پیٹنے میں مصروف تھیں۔

علیزہ کو بھی وہ سب چونکہ گھسیٹ گھسات کر وہیں لے آئی تھیں۔ سو وہ نہ چاہتے ہوئے بھی ایک کونے میں خاموشی سے بیٹھی اس سارے تماشے کو خالی خالی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

اسے خود پر شدید حیرت تھی کہ کیسے اس کے لیے ایک اجنبی چند ہی گھنٹوں میں اتنا اہم ہو گیا کہ وہ اس کی کہی ہر بات بلا چون وچرا مان گئی۔ حتی کہ اپنی مرضی، اپنے خواب اور اپنی خواہشات سے بھی اتنی خاموشی سے دست بردار ہو گئی کہ اگر کوئی تیسرا یہ ساری حقیقت جان لیتا تو اسے پاگل کا خطاب دیتا۔ جو بنا کسی غرض اور چاہ کے ایک سراب کے پیچھے اپنا آپ وار کرنے چلی تھی۔

لاؤنج میں شور ہنگامے کے باوجود وہ اپنی سوچوں میں اتنی محو تھی کہ جب اسے چھوٹی چچی نے اس کی کسی فرینڈ کے فون کی اطلاع دی تو وہ بے اختیار چونکتے ہوئے اٹھ کر لابی کی جانب چل دی۔ یہ دیکھے بغیر کہ اس تک پیغام لانے والی چچی کے لبوں پر کتنی معنی خیز مسکراہٹ مچل رہی تھی۔

"ہیلو!" اپنے دھیان میں ریسیور کان سے لگاتے ہوئے وہ تھکے تھکے سے لہجے میں گویا ہوئی۔

"السلام علیکم!"

"وعلیکم السلام۔" ایئر پیس سے ابھرتی بھاری مردانہ آواز نے اگلے ہی پل اس کی ساری بے دھیانی ہوا کر ڈالی۔

"کیسی ہیں آپ؟" دوسری جانب سے معمول کے انداز میں بڑے خوش گوار لہجے میں استفسار کیا گیا۔

"میں، میں ٹھیک ہوں۔ مگر معاف کیجئے گا میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔"

جھجکتے ہوئے اس نے اپنی الجھن کو الفاظ دے ڈالے تو دوسری طرف سے ہنس کر بڑے مگن انداز میں کہا گیا۔

"خیر پہچانتی تو آپ ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ اب اس جان پہچان کو ماننے سے انکاری ہیں۔"

"جی؟ کیا مطلب ہے آپ کا؟" وہ اس کی بات کے جواب میں پہلے چونکی اور پھر یک لخت سخت لہجے میں بولی۔ مقابل کی اس فضول گوئی پر اس کی تیوری آپ ہی آپ چڑھ گئی تھی۔

"مطلب بھی جلد ہی سمجھا دیں گے۔ ویسے سنا ہے کہ تیمور یزدانی سے آپ کی شادی آپ کی مرضی کے خلاف ہو رہی ہے اور آپ اس شادی سے خاصی ناخوش ہیں۔" دوسری طرف سے بڑے عام سے لہجے میں کہا گیا تو مقابل کی بات پہ علیزہ گرتے گرتے بچی۔ اس کی اپنے ماں باپ سے خفگی اور اس رشتے سے بے زاری تو صرف اس کی ذات تک یا ان تینوں تک محدود تھی۔ پھر یہ، یہ شخص۔۔۔

"ک، ک، کون ہیں آپ؟ اور ایسی فضول باتیں کیوں کر رہے ہیں؟" بے اختیار ٹیلی فون اسٹینڈ کا سہارا لیتے ہوئے اس نے قدرے ہمت سے کام لیا تو اس کی گھبراہٹ پہ دوسری طرف بھاری قہقہہ گونج اٹھا۔

"ویسے تو بڑی بہادر بنتی ہیں آپ اور اب گھبراہٹ کا یہ عالم ہے کہ صحیح طریقے سے بات بھی نہیں ہو پا رہی اور محترمہ جہاں تک میری باتوں کا تعلق ہے تو وہ فضول تو قطعاً نہیں یہ بات آپ بھی بخوبی جانتی ہیں اور میں بھی اور شاید وہ اجنبی مسافر بھی۔"

وہ خبطی سی دیوانی سی

ایک خبطی سی لڑکی کی کہانی

آسیہ سلیم قریشی کا ایک ایسا ناول جو خواتین ڈائجسٹ میں قسط وار چھپا اور بے حد مقبول ہوا آج بھی ہر لڑکی، ہر خاتون یہ ناول پڑھنا چاہتی ہے،

اب کتابی صورت میں چھپ گیا ہے

مجلّد، خوبصورت سرورق، قیمت 400 روپے

خواتین ڈائجسٹ

اردو بازار کراچی

ملنے کا پتا

٭ مکتبہ عمران ڈائجسٹ اردو بازار کراچی

٭ لاہور اکیڈمی، 205، سرکلر روڈ بیرون اردو بازار، لاہور

"ک' ک کون اجنبی مسافر؟" سفید پڑتے چہرے اور کپکپاتی ٹانگوں کے ساتھ وہ اس نئے انکشاف پر اگلے ہی لمحے زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔

"وہی اجنبی مسافر جواب شاید آپ کے لیے اجنبی نہیں رہا۔" ہلکی سی ہنسی کے ساتھ جواب موصول ہوا تو علیزہ کی ہمت جواب دے گئی۔

"پلیز' پلیز آپ کون بول رہے ہیں؟ اور کیسے یہ ساری باتیں جانتے ہیں؟ پلیز مجھے بتائیں م' مجھ پہ رحم کریں۔" اگلے ہی پل وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی تو دوسری طرف علیزہ کے اتنے شدید رد عمل پہ تیمور کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔

"بیٹے اور بنو "شرلاک ہومز" کے جانشین ادھر اگر کسی نے علیزہ کو یوں زار و قطار روتے ہوئے دیکھ لیا نا تو ساری مسٹری نکل جائے گی تمہاری۔" خود کو پھٹکارتے ہوئے وہ بے اختیار تیزی سے بولا۔

"ارے' ارے علیزہ پلیز رو مت۔ یہ میں ہوں تیمور' تیمور یزدانی۔"

"تیمور؟ مگر میں تو آپ سے پہلے کبھی نہیں ملی پھر۔ پھر آپ یہ ساری باتیں کیسے جانتے ہیں؟" کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد دوسری طرف سے بھیگی بھیگی بے یقین آواز میں استفسار کیا گیا تو وہ ایک بار پھر پٹڑی سے اترنے لگا۔

"خیر اب یوں تو نہ کہو کہ تم مجھ سے پہلے کبھی ملی ہی نہیں۔"

"دیکھیں پلیز میں سچ کہہ رہی ہوں۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ آپ سے ملنا تو دور کی بات میں نے تو آپ کو دیکھا تک نہیں ہے۔" بے چارگی اور بے بسی سے یقین دلانے کی پوری پوری کوشش کی گئی تو تیمور نے مزید تنگ کرنے کا ارادہ ترک کر ڈالا۔

"صحیح کہا محترمہ اور اسی بات کا تو میں نے فائدہ اٹھایا تھا۔ ذرا بتائیں تو سہی کہ دوران سفر جب آپ بیٹھی تنہا آنسوے بہا رہی تھیں تو بھلا وہ کون تھا جس نے آکر آپ کے آنسو پونچھے تھے۔"

"کیا؟ تو وہ' وہ آپ تھے؟" تیمور کے انکشاف پہ علیزہ کی آنکھیں بے یقینی اور حیرت کے باعث پھٹ سی گئیں۔

"مگر آپ کی آواز۔؟"

"آہستہ یار! کان کے پردے پھاڑو گی کیا اور رہی میری آواز تو لو اب سنو۔ مل رہی ہے نا اس سے' جس کے کندھے پہ سر رکھ کے آپ ڈیڑھ دو گھنٹے اپنے گھر والوں کی برائیاں کرتی رہی تھیں۔"

تیمور نے ماؤتھ پیس پر سے کپڑا ہٹاتے ہوئے شرارت سے پوچھا۔

"توبہ استغفار آپ کو مجھ پہ جھوٹا الزام لگاتے ہوئے تھوڑی تو شرم کرنی چاہیے۔ بھلا میں نے کس وقت آپ کے کندھے پہ سر رکھا تھا۔ دس میل تو دور بیٹھی ہوئی تھی آپ سے اور میں کیوں ایک انجان بندے سے اپنے گھر والوں کی برائی کرتی۔ وہ تو بس میری فرینڈ کا ایک مسئلہ مجھے پریشان کر رہا تھا سو آپ سے ڈسکس کر لیا اور آپ نجانے کیا سمجھ بیٹھے۔"

تیمور کی بات پہ اسے یکدم پتنگے لگ گئے تو وہ ساری بے یقینی' پریشانی اور شرمندگی بھول بھال کے اپنی جون میں لوٹ آئی۔ جب کہ دوسری طرف اس کے اتنے فراٹے سے جھوٹ بول کر اپنی پوزیشن کلیئر کرنے پر وہ بے اختیار مسکرا دیا۔

"عقل مند لڑکی! کندھے پہ سر رکھ کر رونے کی تو میں نے مثال دی ہے۔"

"تو اتنی واہیات مثال دینے کی کیا ضرورت تھی۔" چیخ کر جواب دیا گیا تو تیمور کا قہقہہ بے اختیار گونج اٹھا۔

"اوکے یار آئی ایم سوری! میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔ ویسے آپس کی بات ہے کہ اگر مسئلہ کسی فرینڈ کا تھا تو تم کیوں ٹرین میں سن ساٹھ کی غم زدہ ہیروئن بنی بیٹھی تھیں۔"

شرارت سے بھرپور لہجے میں پوچھا گیا تو علیزہ شرمندگی سے اپنے لب کاٹنے لگی۔ اسے اس وقت خود پر شدید غصہ اور افسوس ہو رہا تھا کہ کتنی کم ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہ بنا سوچے سمجھے نا صرف اپنے پیارے ماں باپ کی محبت پہ شک کر بیٹھی تھی' بلکہ ان

کی پسند سے بھی 'بنادیکھے بناپرکھے' متنفر ہو بیٹھی تھی۔ کتنا سچ کہا تھا تیمور نے بھلاوالدین سے بھی بڑھ کر اپنے بچوں کا کوئی مزاج آشنا ہوا کرتا ہے۔

"علیزہ عثمان صاحبہ! آپ جاگ رہی ہیں یا فون پکڑے پکڑے ہی سو گئی ہیں؟" تیمور کی آواز نے اسے چونکا دیا تو وہ بے اختیار ایک گہرا سانس لے کر رہ گئی۔

"جب آپ میری بے وقوفی اور نادانی کی ساری داستان خود میری ہی زبانی سن چکے ہیں تو پھر اب پوچھ کر کیوں شرمندہ کر رہے ہیں۔"

دھیمے لہجے میں گھلی پشیمانی نے علیزہ کی کیفیت لمحوں میں اس پر عیاں کردی تو تیمور اپنی جگہ پر شرمندہ ہو گیا۔

"بخدا علیزہ! میرا مطلب تمہیں ہرٹ کرنا یا کچھ جتانا قطعاً" نہیں تھا۔ بلکہ میں تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ تمہاری اپنی فرینڈز سے' میری ذات کے متعلق ہونے والی جس گفتگو نے' مجھے تمہاری طرف سے بدگمان کر دیا تھا۔ اسے میرے اللہ نے بروقت تمہاری ذات کو ہی وسیلہ بناتے ہوئے نہایت خوش اسلوبی سے دور کر ڈالا۔ ورنہ اگر جو کہیں دیر ہو جاتی تو شاید میں کوئی بہت غلط فیصلہ کر ڈالتا۔"

"اس کا مطلب ہے کہ ہم چاروں نے جو فضول باتیں آپ کے متعلق کیں' وہ آپ نے سن لی تھیں؟"

"جی جناب تھوڑی بہت۔" تیمور ہنس کر گویا ہوا۔

"اف تیمور! میں تو آپ سے نظریں ملانے کے بھی قابل نہیں رہی۔" شدید شرمندگی کا احساس اسے مارے جا رہا تھا۔

"کوئی بات نہیں جناب۔ کیونکہ ایسی چھوٹی موٹی باتیں زندگی میں چلتی رہتی ہیں۔ یہاں' بس اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو انا کا مسئلہ بنا کر زندگی کو تلخ اور مشکل نہیں بنانا چاہیے۔ میرے نزدیک اعتبار اور اعتماد ہر رشتے کا پہلا اور بنیادی اصول ہے' سو مجھ سے وعدہ کرو کہ زندگی میں اپنا ہر مسئلہ مجھ سے یونہی شیئر کرتی رہو گی جیسے کہ اس رات انجانے میں کیا تھا اور اس بات کو کبھی نہیں بھولو گی کہ ہمارے درمیان اللہ نے دوسرا کوئی بھی رشتہ استوار کرنے سے پہلے دوستی کا رشتہ استوار کیا تھا۔" تیمور نے نہایت رسان اور پیار سے اس کو مان اور عزت بخشی تو وہ اتنی محبت پر بے اختیار رو پڑی۔

"ارے بھئی اب کیا یہ آنسو بہائے جا رہے ہیں؟" چڑ کر وہ قدرے بے بسی سے بولا تو اس کے انداز پہ علیزہ روتے روتے ہنس دی۔

"آپ سا برا انسان جو ہمیشہ کے لیے گلے پڑنے لگا ہے اس لیے۔"

"چلو اچھی بات ہے۔ پھر اب اپنی بہت لمبی سی چوٹی والی سہیلی کو بھی کہو کہ رونے کی تیاری پکڑ لے۔"

"کسے بینن کو؟ مگر کیوں؟" بے تحاشا لمبے اور گھنے بال ان سب میں سے چونکہ صرف بینن کے ہی تھے سو علیزہ لمحے میں اس کا اشارہ سمجھ گئی۔

"کیونکہ ہم بہت جلد اسے بھی برے لوگوں کے درمیان لانے والے ہیں۔ میرے بہت برے کزن بلال احمد کو بھا گئی ہیں محترمہ۔" ہنس کر اطلاع دی گئی تو علیزہ اس خوش خبری پر اچھل پڑی۔

"کیا واقعی؟"

"بالکل سچ اوکے یار' اب چونکہ ہر کنفیوژن دور ہو گئی ہے سو میں فون رکھتا ہوں۔ ویسے بھی گھنٹا ہونے کو ہے۔ اگر کالوں کی لمبائی کا یہی عالم رہا نا میری ہونے والی مسز' تو رخصتی تک تو سمجھیں کہ آپ کے شوہر کا دیوالیہ ہو جائے گا۔" شرارت سے بھرپور لہجے میں اس نے جلد ہی آنے والے وقت کا حوالہ دیا تو علیزہ شرم سے گلابی پڑتے چہرے کے ساتھ دھیمے سے لہجے میں اللہ حافظ کہتے ہوئے فون رکھ کر تیزی سے اپنے کمرے کی جانب چل دی۔ جہاں اسے اپنے رب کے حضور سجدہ شکر ادا کرنا تھا۔ جس نے بنا جھولی پھیلائے اور بنا کچھ مانگے یوں اس کے دامن کو اپنی رحمت کے خزانوں سے بھر ڈالا تھا کہ اب کوئی اور آرزو' کوئی اور تمنا ہی نہ رہی تھی۔

☆ ☆